Allama Muhammad Iqbal's Philosophical Impacts on Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari's Prose

فکر اقبال کے اثرات (ضیاء القرآن)

Humaira Bashir Minhas *[1]
PhD Scholar, Department of Urdu, MY University, Islamabad.
Dr Qamar Iqbal *[2]
Assistant Professor, Concept College, Rawalpindi, Islamabad

حمیرا بشیر منہاس☆[1]
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر قمر اقبال☆[2]
اسسٹنٹ پروفیسر، کانسیپٹ کالج راولپنڈی اسلام آباد

Correspondance:umairmnzr786@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 24-07-2026
Accepted:25-09-2026
Online:30-09-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Pir Muhammad Karam Shah was a translator, commentator of the Holy Qur'an, distinguished scholar, educator, an eminent biographer of the Prophet (PBUH), and a profound Islamic thinker. His powerful and thoughtful speeches and writings left a lasting impression on the world of scholarship. Deeply in love with knowledge, he had a profound affection for books. As a unique and influential writer, his greatest literary contributions include Tafsir wa Tarjuma al-Qur'an and Sirat-un-Nabi (PBUH). He had a deep interest in Iqbal's philosophy, and the influence of Iqbal's poetry is clearly visible in his works. Whether it is Zia-ul-Qur'an (his Qur'anic commentary) or Zia-un-Nabi (his biography of the Prophet (PBUH). Iqbal and Pir Muhammad Karam Shah, both shared a deep alignment in thought and purpose, rooted in their shared commitment to Islamic tradition and Qur'anic thought. They were lovers of the Prophet Muhammad (PBUH) and men of action. Iqbal with his poetry and philosophy, and Pir Muhammad Karam Shah with his scholarship and Sufi lifestyle. Pir Muhammad Karam Shah

beautifully integrated Iqbal's powerful ideas into his own writings, allowing Iqbal's thought to enhance the message and impact of his works. Zia-ul-Qur'an is a shining example of this. Zia-ul-Qur'an stands apart from traditional tafsir in its unique style, combining classical Islamic knowledge with contemporary relevance. His use of Iqbal's philosophy was intended to intellectually and spiritually nourish the younger generation and reconnect them with the true spirit of Islam. The legacy of Pir Muhammad Karam Shah and Iqbal, will continue to inspire future generations. Their works-Pir Muhammad Karam Shah's writings and Iqbal's poetry will not only quench the thirst of knowledge seekers but also serve as guiding lights for those who have lost their way.

KEYWORDS:Allama Muhammad Iqbal, Pir Muhammad Karam Shah, Iqbal's Poetry, Darul Uloom Muhammadiya Ghausia, Zia-ul-Qur'an, Zia-un-Nabi,

پیر محمد کرم شاہ راہِ سلوک کے مسافر اور رہنما تھے۔ وہ ایک با عمل و با کردار انسان تھے۔ پیر محمد کرم شاہ ایک صاحبِ قلم صوفی بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنے قلم سے قرآن کی حکمتوں کو مدلّل و موثر انداز میں اور نہایت گہرائی سے بیان کیا۔ اسی طرح نبی اخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آیات پاک کے احوال و اثار اور سیرت و کردار کو نہایت عمدہ اور محققانہ طرز بیان سے تشنگان علم کی پیاس کو بجھایا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ وہ قرآن پاک کے مترجم و مفسر، اعلیٰ پایہ کے سیرت نگار، اسلام کے ایک بڑے مفکر، ماہرِ تعلیم اور معلم تھے۔ وہ ایک روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی پہچان تفسیر "ضیاء القرآن" اور "ضیا النبیؐ" ہے۔ حضرت بہاء الدین زکریاؒ سے نسبت رکھتے تھے۔

> حضرت بہاء الدین زکریاؒ ملتانی کے خانوادے سے 22 (بائیس) نسبتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد محترم پیر امیر شاہ بہ لقب ”امیر السالکین“ نے پیر سیال یعنی حضرت خواجہ شمس العارفینؒ سے روحانی و باطنی فیض حاصل کیا۔ بعد ازاں انھوں نے ضلع سرگودھا کے علاقہ بھیرہ میں روحانی سلسلہ چشتیہ کی بنیاد رکھی۔[1]

انھوں نے دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو مقصدِ حیات بنالیا۔ اسی روحانی و دینی خانوادے میں پیر محمد کرم شاہ یکم جولائی 1918ء بھیرہ شریف (ضلع سرگودھا) پیدا ہوئے۔

> "پیر محمد کرم شاہ نے حسبِ روایت قرآن پاک کے ناظرہ و حفظ کو مکمل کرنے کے بعد رسمی تعلیم پرائمری تک محمدیہ غوثیہ پرائمری سکول سے جبکہ میٹرک 1936ء میں گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ سے کیا۔ ایف-اے اور فاضل عربی کے امتحانات بالترتیب 1940ء اور 1941ء میں اورینٹل کالج لاہور سے پاس کیے۔ فاضل عربی کے امتحان میں ضلع بھر (پنجاب) میں اول پوزیشن حاصل کی۔ اسی طرح دورۂ حدیث 1943ء میں اس زمانے کے مشہور دینی درسگاہ مراد آباد سے مکمل کیا۔ ان کے استاد مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تھے۔ 1945ء دینی و دنیاوی تعلیم کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری رکھا۔ 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی-اے کا امتحان پاس کیا۔"(2)

ان دنوں تحریکِ پاکستان کا آغاز ہو چکا تھا۔ پیر محمد کرم شاہ اپنے والد محترم پیر امیر شاہؒ کے شانہ بشانہ تحریک کا کام بھی کرتے رہے اور قائد اعظم کا پیغام بھی ارد گرد کی دیہی آبادی تک بہت مؤثر اور ولولہ انگیز انداز میں پہنچاتے رہے۔ اس کے ساتھ دار العلوم محمدیہ غوثیہ میں بطور معلم کام بھی کرتے رہے۔ پیر محمد کرم شاہ نے دین کی اعلیٰ تعلیم مصر کی قاہرہ اور الازہر یونیورسٹی سے حاصل کی۔ قاہرہ یونیورسٹی مصر سے ایم-اے کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔ الازہر (یونیورسٹی مصر) ایم فل کے لئے "تخصص فی القضاء" کے مقالے کا عنوان "الحدود فی الاسلام" تھا۔ وہ ایک ذہین، محنتی اور علم دوست انسان تھے۔ انھوں نے چھ سال کا کورس تین سال میں مکمل کیا۔ اس سلسلے میں پروفیسر حافظ احمد بخش لکھتے ہیں:

> "حصولِ علم کا شوق اور محنت کا یہ جذبہ بیرونِ ملک جا کر اور زیادہ شدت اختیار کر جاتا ہے۔ آپ دورانِ تعلیم وہاں اتنی جانسوزی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ پورے چھ سال کا کورس تین سال میں مکمل کر لیتے ہیں اور الازہر میں قیام کے دوران تعلیمی میدان میں وہ کردار پیش کرتے ہیں کہ اساتذہ و طلبا سب کی نظروں میں محترم ہو جاتے ہیں۔"(3)

1957ء میں وطن واپس آکر اپنے والد محترم کی خدمت کے ساتھ ساتھ دار العلوم محمدیہ غوثیہ میں تدریسی فرائض کی انجام دہی بھی جاری رہی۔ 1951ء میں ان کے والد پیر امیر شاہؒ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ پیر محمد کرم

شاہؒ اپنے والد کے بعد ان کی روحانی و عرفانی امانتوں کے امین قرار پائے۔ پیر محمد کرم شاہ نے نہ صرف دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں علم کی لافانی شمع روشن کی بلکہ انھوں نے اپنے قلم سے دین و ادب کی خدمت بھی کی۔ انھوں نے اپنی تحریروں، تقریروں اور قول و فعل سے دنیائے علم میں اپنی عظیم جگہ بنائی اور ایک زمانے کو متاثر کیا۔ وہ علم کے دل دادہ تھے۔ کتابوں سے انھیں بے حد محبت تھی۔

پیر محمد کرم شاہ ایک صاحبِ طرز مصنف تھے۔ "ضیاء القرآن" (5 جلدیں) اور "ضیاء النبیؐ" (7 جلدیں) ان کا ایک لازوال کارنامہ ہے۔ انھوں نے حدیث و سنت کی دفاعی کتاب "سنتِ خیر الانامؐ" کے نام سے لکھی۔ پیر محمد کرم شاہؒ کی تصنیف "سنت خیر الانامؐ" حدیث و سنت کی دفاعی نقطہ نظر کے اعتبار سے شاندار کتاب ہے۔ ان کی تحریروں میں مختلف رسائل اور مقالات (دو جلدیں) بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ماہنامہ "ضیائے حرم" کا اجراء اکتوبر 1970ء میں کیا گیا۔ ضیائے حرم کے پہلے مدیر اعلیٰ پیر محمد کرم شاہ تھے۔ اس کی ادارت کا فریضہ انھوں نے تقریباً گیارہ سال تک سرانجام دیا۔ اس کا اداریہ "سر دلبراں" میں حالات و واقعات کے بے لاگ تجزیے کے ساتھ حکومت و عوام کی رہنمائی بطریقِ احسن ادا کر رہا ہے۔

پیر محمد کرم شاہ کو اقبالیات سے بے حد دلچسپی تھی۔ اسی وجہ سے ان کی تحریروں میں ہمیں کلامِ اقبال کی چاشنی بھی ملتی ہے اور پیر محمد کرم شاہ کے دل نشین اسلوب کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ تفسیر "ضیاء القرآن" سے مستفید ہوا جائے یا سیرت النبیؐ کے حوالے سے "ضیاء النبیؐ" کا مطالعہ کیا جائے، ہمیں کلامِ اقبال جابجا تحریر کو مزید خوبصورت بناتا نظر آتا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ اقبال سے بے حد متاثر تھے۔ اقبال کو پیر محمد کرم شاہ بہت خوبصورت القابات سے یاد کیا کرتے تھے۔

> "علامہ کو مفکرِ اسلام، ترجمانِ حقیقت، فیلسوف مشرق، شاعر رنگین نوا، مردِ قلندر، فقیر حق شناس اور درویش حق گو کے خوبصورت القابات سے نوازتے ہوئے علامہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار فرماتے۔"(4)

پیر محمد کرم شاہ کی تحریریں چاہے قرآن پاک کی تفسیر ہو یا سیرت النبیؐ کا بیان، رسائل و مقالات ہوں یا اداریے۔ فکرِ اقبال کی گہرائی سے مزین نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ اور اقبال میں فکری ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو دونوں شخصیات کے دینی و مذہبی ماحول اور قرآن و سنت سے گہری وابستگی کی مرہون منت ہے۔ محمد الطاف حسین الازہری اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> "اقبالیات کا جنون کی حد تک مطالعہ فرماتے تھے۔ سالانہ امتحانات سر پر تھے لیکن بلا اختیار ہاتھ کلیاتِ اقبال کی طرف بڑھ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا

کہ آخر کار ایک دن مجبوراً میں نے اسے غلاف میں لپیٹ کر اوپر شیلف پر رکھ دیا۔ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کسی نے ادب سیکھنا ہو تو غالب اور اقبال سے سیکھے۔ علامہ اقبال کا تذکرہ ہوتا تو آپ کے چہرے پر ایک خاص کیفیت آجاتی۔ انھیں رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ الفاظ سے یاد فرماتے۔ فرمایا کرتے کہ وہ صرف شاعر ہی نہیں عظیم مصلح اور مدبر بھی ہیں"(5)

پیر محمد کرم شاہ نے اقبال کے سوز و گداز اور فکر و نظر کو اپنے اندر جذب کر لیا اور اقبال کے پیغام کو انھوں نے اپنی تحریروں میں جابجا سمو دیا۔ اس سے نہ صرف معنی کی تاثیر دوچند ہو گئی ہے بلکہ تحریر کا حسن بھی بڑھ گیا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ اقبال سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"دنیا میں ایسے بھی گزرے ہیں جو اپنی تلخ نوائی سے سوتوں کو چونکا دیتے ہیں۔ یا منزل تو بتاتے ہیں مگر راہِ منزل سے ناآشنا ہونے کے باعث راہی کو چوراہے پر لا کر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ مسافر عمر بھر بھٹکتا رہے اور سر پٹکتا رہے اور حسرت و یاس میں دم توڑ دے، لیکن ابر رحمت برسے اور تا قیامت برستا رہے اس قبر پر جہاں خضرِ امت استراحت فرما ہیں۔ جس نے خوابِ غفلت سے جگایا۔ منزل بھی بتائی اور راہ بھی دکھائی، جو منزل تک اپنے راہی کو یقیناً پہنچا دیتی ہے، بشرطیکہ راہی حجت بازی اور تاویل کا خوگر نہ ہو۔"(6)

اقبال نے ایک دین دار اور مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ان کے والد شیخ نور محمد نہایت دین دار انسان تھے۔ ان کی والدہ اماں بی محلے کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ ان کے والد نے اقبال کو نصیحت کی تھی کہ قرآن کو اس طرح پڑھو گویا یہ تم پر نازل ہو رہا ہے۔ اسی دینی ماحول کے ساتھ ساتھ ان کے والدین اور استاد سید میر حسن کی تربیت کا فیضان تھا جس نے اقبال کی فکر کو جلا بخشی۔ یہ پختہ اور گہری فکر و حکمت اقبال کے کلام اور تحریروں میں جلوہ گر ہوئی۔ اقبال اور پیر محمد کرم شاہ دونوں شخصیات کی فکری ہم آہنگی کی ایک بڑی وجہ دین کا گہرائی سے مطالعہ کرنا تھا۔ دونوں عاشقِ رسولؐ تھے۔ پیر محمد کرم شاہ ایک باعمل صوفی تھے۔ اقبال بھی عمل کے قائل تھے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے(7)

پیر محمد کرم شاہ ایک حق گو اور دلیر انسان تھے۔ انھوں نے ملک کی اعلیٰ عدلیہ کے جج کی حیثیت سے اپنے فرائض کو دینی تعلیمات و احکامات کے مطابق ادا کیا۔ انھوں نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار بلا خوف و خطر کئی اہم فیصلے دیے۔

"آپ نے پاکستان میں اسلامی نظام کی راہ ہموار کرنے کے لیے کئی ایک وقیع اور مدلل فیصلے تحریر فرمائے جن میں حق شفعہ، سود، رجم، پرائز بانڈز کی شرعی حیثیت اور شناختی کارڈ پر تصویر لگانا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔"(8)

اقبال نے مغرب کی تہذیب کو قریب سے دیکھا۔ انھوں نے مغرب کی ظاہری چکا چوند کے پیچھے چھپی ظلمت کو جان لیا۔ اس سے ان کے دینی و ملی افکار میں پختگی اور گہرائی آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے کلام میں آفاقیت اور عالمگیریت پائی جاتی ہے۔ اقبال کا کلام دلوں پر اثر کرتا ہے۔ اس سے مردہ دل گویا زندہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے کلام سے ایک عالم متاثر ہوا۔ پیر محمد کرم شاہ نے بھی کلامِ اقبال سے استفادہ کرتے ہوئے اسے اپنی تحریروں میں سمو دیا۔

پیر محمد کرم شاہ ایک صاحبِ قلم صوفی بزرگ تھے۔ وہ میدانِ عمل کے شاہ سوار بھی تھے۔ انھوں نے نہ صرف اپنی جان و مال سے دین و ملت کی خدمت کی بلکہ اپنے قلم سے بھی جہاد کیا۔ جہاں تک ان کی تحریروں میں کلام اقبال دوسرے لفظوں میں فکر اقبال کا تعلق ہے، تو ان کی تحریریں اس سے مزین ہیں۔ "ضیاء القرآن" پانچ جلدوں پر مشتمل قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر ہے۔ "ضیاء القرآن" میں پیر کرم شاہ الازہریؒ نے نہایت خوبصورتی اور عرق ریزی سے ترجمہ و تفسیر لکھی ہے۔ اس سے جہاں علماء و طلبا مستفید ہو سکتے ہیں، وہیں زندگی کے دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی کماحقہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ "ضیاء القرآن" کے حوالے سے پروفیسر حافظ احمد بخش لکھتے ہیں:

"اردو زبان میں اس وقت قرآن کریم کی بہت سی تفسیریں لکھی جا چکی ہیں اور ان میں بعض تفسیریں علم و بصیرت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ زیر نظر تفسیر اس عظیم علمی سرمایہ میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف قرآنی حقائق و معارف کے نئے نئے پہلوؤں سے آگاہ کرتا ہے بلکہ فاضل مفسر کی دقت نظر، خیر خواہی، رقت اور سوزِ دروں کا ثبوت بھی مہیا کرتا ہے۔ قرآن کریم کی ایمان افروز تفسیر وہی لکھ سکتا ہے جس کا کتاب الٰہی پر ایمان و عشق کے درجے تک پہنچا ہوا ہو۔ تفسیر کا انداز نہایت دل نشین اور اثر انگیز ہے اور اس کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم و حکمت کی ایک جوئے رواں ہے جو مسلسل بہہ رہی ہے اور ہر شخص اس سے بقدر ظرف استفادہ کر رہا ہے۔"(9)

پیر محمد کرم شاہ نے ترجمہ و تفسیر "ضیاء القرآن" میں الفاظ کے بنیادی مادہ کو تفصیلی بیان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کے معانی ہر لغت کے اعتبار سے بیان کیے۔ تفسیر لکھتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ نے بہت سے ایسے لطیف نکات بھی بیان کیے ہیں جو کسی اور تفسیر کا خاصہ نہیں۔ علاوہ ازیں "ضیاء القرآن" کی خصوصیات میں آیات کی تفسیر سے متعلق احادیث کا بیان، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعینؒ کے اقوال سے استفادہ بھی شامل ہے۔

یہ صاحب تفسیر کا اعجاز ہے کہ اللہ پاک کے خصوصی فضل و کرم سے قرآن پاک کی بہترین شرح کا اعزاز حاصل ہوا۔ انھوں نے آیات پاک کی شرح میں جہاں تفسیر القرآن کے چار بنیادی مصادر یعنی قرآن مجید، حدیث نبویؐ، اقوالِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعینؒ سے بھرپور استفادہ کیا، وہیں کلامِ اقبال، کلامِ رومی اور کلامِ غالب سے بھی آیات کی شرحیں بیان کیں۔ یہ بھی "ضیاء القرآن" کا ہی خاصہ ہے۔ قرآن پاک بذاتِ خود ایک معجزہ ہے۔ اس میں ہر ایک کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس کی کسی آیت یا زیر، زبر، پیش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

اقبال کی طرح پیر محمد کرم شاہ کو بھی قرآن سے سچا لگاؤ اور عشق تھا۔ ان کی یہی محبت اور لگاؤ "ضیاء القرآن" سے پوری طرح عیاں ہے۔ پیر محمد کرم شاہ نے فروری 1960ء سے اگست 1979ء تقریباً 19 سال اور 6 ماہ میں "ضیاء القرآن" کی تمام جلدوں کی تکمیل کی۔ انھوں نے پوری تحقیق و جستجو سے ترجمے کے لیے ایسے موزوں الفاظ استعمال کیے کہ کلام کا تسلسل و روانی قائم رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پیر محمد کرم شاہ کا اسلوب بیان اپنی جداگانہ شان سے نظر آتا ہے۔ تفسیر کے جداگانہ رنگ و آہنگ کو قائم رکھنے میں کلام اقبال کا دخل بھی ہے۔ صاحبِ تفسیر نے برمحل اقبال کے کلام سے انتخاب کر کے نہ صرف قاری کے ذوق کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا ہے بلکہ تفسیر کو مزید فصیح و بلیغ بنا دیا ہے۔ اس سے آیات مبارکہ کی معنوی وضاحت بھی ہو جاتی ہے اور اس کا عملی پہلو بھی اجاگر ہو جاتا ہے۔

پیر کرم شاہ نے تفسیر "ضیاء القرآن" میں اقبال کے کلام کا جابجا حوالہ اس لیے بھی دیا ہے کہ اقبال کو وہ شاعر مشرق، ایک مردِ مومن اور اسلام کے بہترین مفکر کی حیثیت دیتے تھے۔ تفسیر "ضیاء القرآن" کا اندازِ بیان روایتی تفاسیر سے جدا ہے۔ اس میں پیر محمد کرم شاہ نے نہ صرف دینِ اسلام کی تعلیمات کو حدیث و فقہ کی روشنی میں بیان کیا ہے بلکہ عصری تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ جہاں تک اس تفسیر میں علامہ محمد اقبالؒ کے کلام میں موجود فلسفہ و افکار کا تعلق ہے تو اس سے صاحب تفسیر نے نسل نو کے ذہنوں کی آبیاری کی ہے، تاکہ ان کو دین کی اصل روح سے جوڑا جا سکے۔

پیر محمد کرم شاہ، اقبالیات کے رسیا تھے۔ اقبال کے مردِ مومن تھے۔ انھوں نے اقبال جیسے صوفی شاعر کے کلام کو رب العلیٰ کے کلام کی شرح میں جابجا سمو دیا ہے۔ اس سے "ضیاء القرآن" کا قاری نہ صرف کلام کے معانی و مطالب سے لطف اندوز ہوتا ہے بلکہ صاحب تفسیر کے ذوق کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً قرآن حکیم کی دوسری سورت "سورۃ البقرۃ" کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ نے اقبال کا شعر لکھا ہے۔

"ترجمہ: وہ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر

یہاں سے المفلحون تک ان متقین کی علامات بیان کی گئی ہیں جو قرآن کی ہدایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ ان کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ یعنی نبیؐ کی بتائی ہوئی ہر چیز کو سچا جانے اور نبیؐ کے ارشادات کے مفید اور نفع مند ہونے پر اس درجہ یقین ہو کہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود وہ ان کو عملی جامہ پہنانے پر آمادہ ہو۔ اعتماد اور اطاعت کا یہ مقام جب تک کسی کو میسر نہیں ہو تا وہ قرآن کی ہدایت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ بے یقینی اور تذبذب کی یہ کیفیت اس کے تمام اعمال کو بے نتیجہ کر دیتی ہے۔

سُن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی
تو معلوم ہوا کہ متقی کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ حضورؐ کی بتائی ہوئی تمام چیزوں پر محکم یقین رکھتا ہے۔"(10)

مذکورہ بالا شعر میں اقبال نے یقین کامل کی دولت واہمیت کو بیان کیا ہے کہ جب تک انسان پورے اعتماد و یقین کامل کے ساتھ کسی بھی کام کو نہ کرے اس میں کامیابی ممکن نہیں اور بے یقینی غلامی سے بھی بڑھ کر بری چیز ہے۔ پوری رباعی اس طرح ہے۔

"یقین مثلِ خلیل آتش نشینی
یقین اللہ مستی ، خود گرینی
سُن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی"(11)

اقبال کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ جو خلیل اللہ تھے، وہ یقین کی اعلیٰ مثال تھے۔ اسی یقین کامل جو انھیں اپنے محبوب یعنی اللہ پر تھا کی وجہ سے آتشِ نمرود میں کود پڑے۔ یقین اصل میں عشقِ خداوندی میں ڈوب جانے کا نام ہے، جبکہ بے یقینی غلامی سے بھی کم درجے پر ہے۔ اللہ کے کلام میں متقیوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کے احکامات پر یقین کامل رکھتے ہیں، جو اصل میں غیب پر ایمان لانا ہے۔ "سورۃ البقرہ" کی اس آیت مبارکہ کے اگلے حصے میں متقین کی دوسری نشانی بیان کی گئی ہے کہ:

"ترجمہ:۔ اور وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز یہ متقین کی دوسری علامت ہے۔ قرآن میں یہ حکم کہیں نہیں کہ نماز پڑھا کرو بلکہ جب بھی فرمایا تو یہی کہ نماز قائم کرو اور اقامۃ الشیءِ توفیہ حقہ (راغب) نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو تمام حقوق ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرو۔ اس ذوق و شوق سے ادا کی ہوئی نماز ہی وہ نماز ہے جسے دین کا ستون اور مومن کی معراج فرمایا گیا ہے۔"(12)

ورنہ "میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب "(13)

اقبال فرماتے ہیں کہ اگر مومن کی نماز میں عشقِ نبیؐ کی حرارت اور ذوق و شوق نہ پایا جائے تو ایسے رکوع و سجود بے فائدہ ہیں۔ دین کا یہ ستون یعنی دوسرا اہم رکن اسی صورت مضبوط ہو گا جب نماز کو خشوع و خضوع سے ادا کیا جائے۔ زبان جو ادا کرے دل و دماغ پوری توجہ اور حضوری سے اس کی روح تک پہنچے۔ تبھی مومن اپنی معراج کو پا سکتا ہے۔ ورنہ اس کا قیام اور سجود ایک ایسے پردے کی مانند ہے جو اس کے اور اس کی معراج کے درمیان حائل ہے۔

اقبال کوئی عام شاعر نہ تھے بلکہ شاعر فطرت، شاعر قرآن، شاعر اسلام تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں قرآن کو سمو دیا تاکہ قرآن کا پیغام امتِ مسلمہ خاص طور پر مسلم نوجوانوں کے دلوں میں زندہ کیا جا سکے۔ یہ آخری الہامی کتاب یعنی قرآن پاک صرف رٹنے یا بار بار دہرانے کے لیے ہی نہیں بلکہ یہ انسانی فلاح کا منشور ہے۔ اس میں بصیرت و حکمت کے خزانے ہیں۔ اس میں انسانی رہنمائی و عمل کے لیے ہدایات موجود ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ ایک خانقاہی نظام سے تعلق رکھتے تھے، لیکن روایتی خانقاہی نظام سے برعکس فکر و عمل پر یقین رکھتے تھے۔ اقبال سے ان کی فکری ہم آہنگی بھی اسی وجہ سے ہے۔ انھوں نے کلامِ اقبال کو "ضیاء القرآن" میں اسی فکری ہم آہنگی کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کا پیغام اور افکار اقبال کی ہم آہنگی بھی اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ "ضیاء القرآن" میں آیات الٰہی کے تراجم و تفاسیر لکھتے ہوئے صاحبِ تفسیر (پیر محمد کرم شاہ) کے دل میں یقیناً یہ خیال ہو گا کہ امت کا ہر فرد جو اس سے مستفید ہو اس کے ذہن و دل میں کوئی شک و شبہ یا ابہام نہ رہے۔ اس لیے "ضیاء القرآن" میں جا بجا دوسرے مفسرین، عربی و فارسی شعراء کا کلام خاص طور پر کلامِ اقبال سے استفادہ کیا گیا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ کے اسلوب کی دلکشی اسی میں پنہاں ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحبِ تفسیر نے پہلے مشہور صوفی بزرگ اور شاعر رومیؒ کا شعر لکھا ہے۔ اس کے ساتھ مزید وضاحت کے لیے شاعرِ مشرق کے شعر کا حوالہ بھی دیا ہے:

"ترجمہ: وہ بولے (پرواہ نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں۔)

آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حق جب دل میں اتر جاتا ہے اور انسان کے رگ وپے میں سرایت کر جاتا ہے تو وہ انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔ اسی واقعہ سے پتا چل جاتا ہے۔ رذالت اور کمینگی کے گہرے کھڈ میں گرے ہوئے جادوگروں نے جب حق کو قبول کر لیا تو وہ چشم زدن میں انسانیت کے ارفع واعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے جہاں نوری فرشتوں کی بھی رسائی نہیں۔ غیرتِ عشق نے انھیں اپنے ایمان کو کسی تقیہ کے غلاف میں لپٹنے کی اجازت نہ دی۔ قربان جائے انسان حق کی دلربائی اور رعنائی پر:

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

"جب وہ لوگ ایمان لانے کے بعد اتنے جری اور نڈر ہو گئے تھے تو خاندان نبوت کا کیا کہنا، جن کے فیضِ نگاہ سے دنیا بھر کو ایمان، صداقت، شجاعت کی دولت ملی۔ کیا انھوں نے کسی کے ڈر سے، کسی مصلحت کے پیشِ نظر تقیہ کیا ہو گا۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے۔"(14)

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی(15)

اس آیت مبارکہ سے پچھلی آیات میں اس واقعے کو بیان کیا گیا ہے، جب حضرت موسیٰؑ حکمِ خداوندی سے فرعون کے دربار میں حق کی دعوت دینے گئے۔ فرعون نے پورے ملک سے چوٹی کے جادوگروں کو حضرت موسیٰؑ سے مقابلے کے لیے دربار میں جمع کر رکھا تھا۔ جب جادوگروں کے وار کو حضرت موسیٰؑ نے اپنی عصا سے شکست فاش دی۔ (حضرت موسیٰؑ نے اپنی عصا کو زمین پر رکھا وہ اللہ کے حکم سے جیتا جاگتا اژدھا بن گیا۔ اس نے جادوگروں کے جادوئی سانپوں کو نگل لیا۔) یہ دیکھ کر تمام جادوگر حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔ انھوں نے بلاخوف وخطر حق کی گواہی دے دی۔ یہ فرعون کی سُبکی کا باعث تھا کہ اس کے لائے ہوئے جادوگر اس کے راستے سے ہٹ جائیں اور بھرے دربار میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لیں۔ فرعون نے انھیں سرزنش کی کہ یقیناً تم موسیٰؑ کے ساتھ ملے ہوئے ہو اور میری حکومت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں سخت سزا دوں گا اور تمہارا ایک ہاتھ اور دوسرا پاؤں کاٹ دوں گا۔ جادوگر جو ایمان کی دولت سے مالا مال ہو چکے تھے، انھوں نے کہا تو جو چاہے کر لے۔ دراصل یہ ایمان کی قوت وہمت تھی، جو ان کو عطا ہوئی۔ یہاں رومیؒ کا جو شعر تفسیر کا حصہ بنایا گیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے: (جب عشق دل میں گھر کر جاتا ہے تو انسان کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اس کا پورا جہان (یعنی اس کی سوچ، نظر، احساسات) بدل جاتے ہیں۔

اقبالؒ کا شعر جو تفسیر کا حصہ ہے۔ وہ مومن کی صفات کو بیان کرتا ہے کہ مومنین کی صفات میں سچ بات کہنا اور اس پر ڈٹ جانا، بے خوف ہو جانا، سوائے رب کے ہر خوف کو دل سے نکال دینا ہے۔ اقبال نے شعر کے دوسرے مصرعے میں مومنین کو اللہ کے شیر کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں بھی مومنین کی اسی صفت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ نے اقبال کے اس شعر کو بر محل اس آیت مبارکہ کی تفسیر کا حصہ بنایا ہے۔ ایمان والے، بہادر، سچے اور اصول پسند ہوتے ہیں وہ اللہ کے شیر ہیں۔ انھیں لومڑی جیسی بزدلی، مکاری اور چالاکی نہیں آتی۔ صاحبِ تفسیر نے اس شعر کو مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی تفسیر کی زینت اسی لیے بنایا ہے فرعون کے لائے ہوئے جادوگر انھوں نے فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حق کی گواہی دی۔ پیر محمد کرم شاہ ایک کامل صوفی بزرگ اور عمل و جدوجہد پر یقین رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی ساری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ راہِ زیست کا یہ مسافر منزل کی تلاش میں ہر لمحہ محوِ سفر رہا۔ انھوں نے اپنے طالب علموں (دارالعلوم محمدیہ غوثیہ) کو بھی ہمیشہ یہی درس دیا کہ وقت ضائع نہ کرو بلکہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

اقبال نے بھی اپنے کلام میں فکر و عمل اور جدوجہد کا پرچار کیا ہے۔ ان کی شاعری میں ہمیں صحیح معنوں میں اسلامی فکر دکھائی دیتی ہے۔ ان کی شاعری قرآن کی تفسیر ہے۔ پیر محمد کرم شاہ نے "ضیاء القرآن" میں اقبال کے پیغام کو تفسیر کے بیان سے جوڑا ہے۔ جس سے مفہوم میں گہری معنویت پیدا ہو گئی ہے۔ "ضیاء القرآن" کی جلد دوم میں پیر محمد کرم شاہ نے "سورۃ ابراہیم" میں شاعرِ مشرق کے کلام سے استفادہ کیا ہے۔

"ترجمہ: کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ کیسی عمدہ مثال بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ کلمہ طیبہ ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں بڑی مضبوط ہیں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔

تفسیر:

کلمہ طیبہ سے مراد ایمان ہے اور کلمہ خبیثہ سے مراد کفر ہے۔ ایمان اور کفر کی حقیقت کو ایک نہایت بلیغ مثال سے واضح کیا کہ ایمان ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے اور پاکیزہ اور عمدہ درخت کی یہ صفات ہوتی ہیں کہ جڑیں کافی گہری ہوتی ہیں۔ کوئی تند و تیز آندھی بھی اسے اکھیڑ نہیں سکتی۔ اس کی شاخیں خوب پھیلی ہوئی اور اونچی ہوتی ہیں۔ لیکن شجرِ ایمان کا کیا کہنا۔ ہر سال بارہ مہینے اس کی فلک بوس شاخیں میٹھے اور لذیذ پھلوں سے لدی ہوئی جھومتی رہتی ہیں ایک لمحہ بھی تو ایسا نہیں آتا کہ اس کی شاخیں ثمر سے خالی ہوں۔

" یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ "(16)

"رات ڈھلتی ہے تو اللہ تعالٰی کے بندے اشک سحر گاہی سے وضو کر کے دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ صبح ہوتی ہے تو مسجدیں سجدہ کرنے والوں سے بھر جاتی ہیں۔ ہر سانس کے ساتھ "اللہ ھو" کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ کبھی ذکر کا غلغلہ ہے اور کبھی فکر کی خاموشی، کبھی تسبیح اور کبھی حمد، کبھی ترتیلِ قرآن ہو رہی ہے اور کبھی صاحبِ قرآن پر صلاۃ وسلام "(17)

اس آیت مبارکہ میں کلمہ حق لَا اِلٰہ اِلا اللہ کی اصل کو بیان کیا گیا ہے۔ جب کوئی کلمہ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ثمرات اس کی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ کلمہ اس کی زندگی کا مرکز و محور ٹھہرتا ہے۔ زندگی کے ہر موسم چاہے خوشی ہو یا غم ہو، عروج ہو یا زوال کی کیفیت ہو، ہر زمانے اور ہر حالت میں یہ پیغام زندہ و قائم رہنے والا ہے۔ اس پورے کلام میں اقبال نے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ تمہارا ایمان وقتی یا موسمی نہیں بلکہ اس کی بنیاد اور جڑ مضبوط ہے۔ تم یہ جان لو کہ اگر تمہیں اپنی خودی کی حفاظت کرنی ہے تو اس کی بنیاد اور ڈھال یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ یہ نغمہ وقت و حالات کا مرہونِ منت نہیں بلکہ وقت اور زمانہ اس کلمے کا غلام ہے۔ تمہیں ہر حال میں اپنے اس کلمے پر قائم رہنا ہے۔ یہی تمہاری شناخت، طاقت اور پیغام ہے۔ دنیا کے صنم کدہ میں رکھے مادہ پرستی، غرور، خود غرضی وغیرہ کے بت اسی کلمے سے مٹ سکتے ہیں۔ اس لیے اس کلمے پر ہر حال میں عمل کرو۔ صاحبِ تفسیر پیر محمد کرم شاہ نے بر محل اقبال کے درج بالا مذکورہ شعر کو مذکورہ آیت کی تفسیر کا حصہ بنایا ہے۔ جو پیغام قرآن کا ہے وہی پیغام اقبال کا ہے۔" ضیاء القرآن" جلد چہارم میں "سورۃ الذاریات" کی آیت مبارکہ کی تفسیر میں صاحب تفسیر پیر محمد کرم شاہ نے اقبال کی غزل کا شعر استعمال کیا ہے۔

"ترجمہ: اور سحری کے وقت اپنی خطاؤں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔

تفسیر: سحری کا وقت کس قدر بابرکت ہے اور جو لوگ اللہ کی عبادت میں اس وقت حاضر ہو کر دامنِ طلب پھیلاتے ہیں۔ ان پر کیسی کیسی نوازشات کی جاتی ہیں۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یہ توفیق نصیب ہوئی ہو اور حضرت علامہ اقبال علیہ رحمۃ کا ارشاد بھی سنیے۔"(18)

" عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو ، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی "(19)

اگر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ پاک مومنین کی صفات میں سے ایک صفت بیان فرمارہے ہیں کہ وہ تہجد کے وقت اللہ کے حضور اپنی التجائیں پیش کرتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہے کہ سحری کے وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ زمین کے آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ندادی جاتی ہے کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں۔ ہے کوئی رحمت کا طلبگار کہ اس پر رحم کیا جائے۔ تہجد کی نماز کی بہت اہمیت ہے۔ نبی پاکؐ پر تو فرض تھی۔ لیکن امتِ محمدیہؐ میں سے جسے اللہ پاک توفیق دے، وہ اس سے استفادہ کرتا ہے۔ صوفیا و صالحین بھی اس پر کاربند رہتے ہیں۔ سحر کے وقت اپنی نیند کو قربان کر کے اللہ کے حضور انسان کو سکون ملتا ہے۔ وہ جب رو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہے تو وہ غفور الرحیم اپنے بندے کو معاف فرمادیتا ہے۔

مذکورہ بالا شعر میں اقبال نے بھی اسی نکتے کو بیان کیا ہے کہ بڑے بڑے اولیا کرامؒ نے یہ مقام تہجد گزاری سے حاصل کیا ہے۔ اس شعر میں اقبال نے چار صوفیا کرامؒ کا ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلے نیشاپور سے تعلق رکھنے والے صوفی شاعر مولانا فریدالدین عطارؒ ہیں۔ دوسرے صوفی بزرگ رومی ہیں۔ انھیں اقبال اپنا روحانی مرشد تسلیم کرتے تھے۔ مثنوی "مولاناروم" ان کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کے بعد شعر میں تیسرا نام ایران کے شہر رے سے تعلق رکھنے والے فلسفی رازی کا ہے۔ کئی کتب کے مصنف اور علمِ طب و کیمیا کے علاوہ طبعیات و فلسفے کے ماہر تھے۔ چوتھا نام امام غزالیؒ کا ہے۔ اقبال کے نزدیک ان صوفیا اور فلسفیوں نے اپنے علم سے یہ مقام نہیں پایا بلکہ عشق کے جذبے سے جو انھیں تہجد کے وقت اپنے رب کے حضور جھکا دیتا ہے، اسی کا فیضان ان ہستیوں نے پایا۔ "ضیاء القرآن" میں "سورۃ المزمل" کے تعارف میں بھی پیر محمد کرم شاہ نے اقبال کے اس شعر سے استفادہ کیا ہے۔ "سورۃ الصف" کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ نے دینِ اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے والوں کی مثالوں کو کلام اقبال سے واضح کیا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں آگاہ کروں تمہیں ایسی تجارت پر جو بچالے تمہیں دردناک عذاب سے۔

تفسیر: دوسرے لوگ بھی تجارت کرتے ہیں۔ اس میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ بسا اوقات سرمایہ تک برباد ہو جاتا ہے۔ اگر نفع ہو تو یہی ہو گا کہ دولت کی فراوانی اور اسبابِ عیش و آرام مہیا ہو جائیں گے، لیکن ایک تجارت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو باخبر کر رہا ہے اور اس میں حصہ لینے کی ترغیب دے رہا ہے اور اس تجارت کی چند خصوصیات ہیں۔ اس میں نفع ہی نفع ہے، نقصان کا ذرا احتمال نہیں۔ اس کا نفع عارضی اور فانی نہیں بلکہ ابدی اور سرمدی ہے۔ اس کے فوائد سے اس کا تاجر صرف قیامت کے روز ہی بہرہ ور ہو گا۔ بلکہ اس دنیا میں بھی نفع ملے گا اور نفع بھی یہ ہے کہ جس میدان میں قدم رکھے گا تنہا نہیں ہو گا۔۔۔ اور وہ تجارت یہ ہے کہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور اپنے احوال اور اپنی جانیں اپنے رب کے راستہ میں قربان کر دو۔۔۔ سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے نام کو

بلند کرنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادو اور اپنا سر قربان کر دو۔ تمہیں حیاتِ جاوید بخش دی جائے گی۔ موت تمہارا دامن چھو تک نہ سکے گی۔

"بر تر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی"(20)

"دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اور اس کی مہربانی سے فتح و کامرانی بہت بڑی چیز ہے۔ بہر حال آخرت کی سرخروئی اس سے بھی اعلیٰ و افضل ہے، اس لیے اس کے ذکر کو مقدم کیا۔"(21)

سورۃ الصف کی اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے بہترین تجارت کی آگاہی دے رہے ہیں۔ یہ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں کیے گئے ہر عمل کا، چاہے اچھا ہو یا برا ہمیں آخرت میں حساب دینا ہو گا۔ اور آخرت میں وہی کامیاب رہے گا جو اللہ کے پسندیدہ اعمال سے اپنے نامۂ اعمال کو بھر کے لائے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ اخروی کامیابی کا راز بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اللہ کی خاطر اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنا آخرت میں عظیم کامیابی کا باعث ہے۔ یہاں اقبال کی نظم "خضرِ راہ" سے شامل کیے گئے۔ شعر کا متعلق بھی اسی اخروی فائدے کی طرف اشارہ سے ہے۔ حضرتِ اقبال بھی یہی فرما رہے ہیں کہ نفع و نقصان کی پرواہ کیے بغیر، اپنی ہر سانس کو رب کی رضا کے لیے لگا دینا ہی گویا زندگی کا اعلیٰ معیار اور آخرت کی اعلیٰ کامیابی ہے۔

اقبال کے کلام کا "ضیاء القرآن" میں ہونا ایک ادبی حوالہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تفسیر اور صاحبِ کلام کی فکری ہم آہنگی، دونوں کے قرآنی پیغام کو پھیلانے کا عزم اور امتِ مسلمہ میں اسلامی شعور کو بیدار کرنے کی کوشش ہے۔ اقبال قرآن کے مفکر اور پیر محمد کرم شاہ قرآن کے مفسر ہیں۔ اقبال کے نزدیک قرآن حکیم مسلمانوں کی فکری اور روحانی تجدید کا سرچشمہ ہے اور "ضیاء القرآن" میں صاحبِ تفسیر کا بھی یہی پیغام و مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر محمد کرم شاہ نے اقبال کے اردو و فارسی کے متعدد اشعار و افکار کو تفسیر کی وضاحت کے لیے استعمال کیا ہے۔ اقبال نے اپنی فکر کی بنیاد قرآن حکیم پر رکھی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قرآن نہ صرف آخری الہامی کتاب ہے بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک عملی منشورِ حیات ہے۔ اپنے کلام میں قرآن کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"میری تعلیم کا مرکزی نکتہ قرآن ہے۔ اگر مجھے کسی چیز پر یقین کامل ہے تو وہ قرآن ہے۔"(22)

یہ قرآن کا اعجاز ہی ہے کہ کلامِ اقبال کی عصری معنویت کے پیش نظر علما و فقہا بلا جھجک اس سے حوالہ جات شامل کرتے ہیں۔ پیر محمد کرم شاہ نباضِ عصر بھی ہیں۔ انھوں نے "ضیاء القرآن" میں اقبال کے اشعار کے حوالے دیے ہیں بلکہ ان کا نثری سرمایہ اقبالیات کی محبت سے معمور نظر آتا ہے۔ پیر محمد کرم شاہ جیسی نابغۂ روزگار شخصیت صوفی بزرگ اور اقبال جیسے عظیم صوفی شاعر و مفکرِ اسلام کا فیضان تا قیامت جاری رہے گا۔ پیر محمد کرم شاہ کی تحریریں اور اقبال کا کلام نہ صرف تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتا رہے گا بلکہ بھٹکے ہوؤں کے لیے منزل کا رہبر و رہنما بھی ثابت ہو گا۔

حوالہ جات

1۔ احمد بخش، حافظ ، پروفیسر ،خاندانی پس منظر اور دورِ طالب علمی (مقالہ)،مشمولہ: ضیائے حرم ، ضیاء الامت نمبر (اشاعتِ جدید)،ادارہ ضیائے حرم،اسلام آباد،2000ء،ص20

2۔احمد بخش،حافظ،پروفیسر،جمالِ کرم،(جلد اول)،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،لاہور،،مارچ2003ء،ص166-194

3۔ایضاً

4۔محمد الطاف حسین، الازہریؒ ، ضیاء الامت : بحرِ علم و حکمت کے عظیم شناور (مقالہ)،مشمولہ:ماہنامہ ضیائے حرم ، ضیاءالامت نمبر (اشاعتِ جدید)،ادارہ ضیائے حرم،اسلام آباد،2000ء، ص145

5۔محمد عنایت،چودھری، گوندل،سیرتِ ضیاء الامت فکرِ اقبال کی روشنی میں (مقالہ) مشمولہ:ماہنامہ ضیائے حرم،ضیاء الامت نمبر (اشاعتِ جدید)،ادارہ ضیائے حرم، بھیرہ،اسلام آباد،2000ء، ص250

6۔محمد کرم شاہ، پیر،الازہریؒ،مقالات (جلد دوم)،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،لاہور،1998ء، ص56

7۔ اقبال،کلیاتِ اقبال(اردو)،بانگِ درا،الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب،لاہور،1995ء، ص212

8۔سعید الزمان صدیق،چیف جسٹس(سابق)،رائے،مشمولہ:جمالِ کرم (جلد دوم)،ص709

9۔جمالِ کرم،(جلد دوم)،ص29،30

10۔محمد کرم شاہ،پیر،الازہریؒ،ضیاءالقرآن،جلد اول(پارہ1/2/3)،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،لاہور،ص30

11۔ کلیاتِ اقبال(اردو)،بالِ جبریل،ص66

12۔محمد کرم شاہ،پیر،الازہریؒ،ضیاءالقرآن،جلد اول(پارہ1/2/3)،ص31

13۔ کلیاتِ اقبال(اردو)،بالِ جبریل،ص94

14۔ضیاءالقرآن(جلد دوم)،9/7/125،ص70،71

15۔ کلیاتِ اقبال (اردو)، بالِ جبریل، ص46

16۔ضیاءالقرآن (جلد دوم)، پارہ13/14/24، ص514، 515

17۔کلیاتِ اقبال (اردو)، ضربِ کلیم، ص15

18۔ضیاءالقرآن، جلد چہارم، (پارہ26/51/18)، ص630

19۔کلیاتِ اقبال (اردو)، بالِ جبریل، ص46

20۔ضیاءالقرآن، جلد پنجم، (پارہ28/61/10)، ص223، 224

21۔کلیاتِ اقبال (اردو)، بانگِ درا، ص198

22۔محمد اقبال، اقبال کے خطوط عبدالرحمان بجنوری کے نام ، مرتبہ :سید نذیر نیازی، اقبال اکادمی ،پاکستان ، 1971ء ص21

Referance:

1. Ahmad Bakhsh, Hafiz, Professor, Khandani Pas-e-Manzar Aur Daur-e-Talib-e-Ilmi (Maqala), Mashmula: Zia-e-Haram, Zia-ul-Ummat Number (Asha'at-e-Jadeed), Idara Zia-e-Haram, Islamabad, 2000, p. 20
2. Ahmad Bakhsh, Hafiz, Professor, Jamal-e-Karam (Jild Awwal), Zia-ul-Quran Publications, Lahore, March 2003, pp. 166-194
3. Ibid
4. Muhammad Altaf Hussain, Al-Azhari, Zia-ul-Ummat: Bahr-e-Ilm-o-Hikmat Ke Azeem Shanawar (Maqala), Mashmula: Mahnama Zia-e-Haram, Zia-ul-Ummat Number (Asha'at-e-Jadeed), Idara Zia-e-Haram, Islamabad, 2000, p. 145
5. Muhammad Inayat, Chaudhry, Gondal, Seerat-e-Zia-ul-Ummat Fikr-e-Iqbal Ki Roshni Mein (Maqala), Mashmula: Mahnama Zia-e-Haram, Zia-ul-Ummat Number (Asha'at-e-Jadeed), Idara Zia-e-Haram, Bhera, Islamabad, 2000, p. 250
6. Muhammad Karam Shah, Peer, Al-Azhari, Maqalaat (Jild Doorn), Zia-ul-Quran Publications, Lahore, 1998, p. 56
7. Iqbal, Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Bang-e-Dra, Al-Faisal Nashran-o-Tajiran-e-Kutub, Lahore, 1995, p. 212

8. Saeed-uz-Zaman Siddiqui, Chief Justice (Sabiq), Ra'ay, Mashmula: Jamal-e-Karam (Jild Doorn), p. 709
9. Jamal-e-Karam (Jild Doorn), pp. 29, 30
10. Muhammad Karam Shah, Peer, Al-Azhari, Zia-ul-Quran, Jild Awwal (Para 1/2/3), Zia-ul-Quran Publications, Lahore, p. 30
11. Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Bal-e-Jibreel, p. 66
12. Muhammad Karam Shah, Peer, Al-Azhari, Zia-ul-Quran, Jild Awwal (Para 1/2/3), p. 31
13. Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Bal-e-Jibreel, p. 94
14. Zia-ul-Quran (Jild Doorn), 9/7/125, pp. 70, 71
15. Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Bal-e-Jibreel, p. 46
16. Zia-ul-Quran (Jild Doorn), Para 13/14/24, pp. 514, 515
17. Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Zarb-e-Kaleem, p. 15
18. Zia-ul-Quran, Jild Chaharum, (Para 26/51/18), p. 630
19. Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Bal-e-Jibreel, p. 46
20. Zia-ul-Quran, Jild Panjum, (Para 28/61/10), pp. 223, 224
21. Kulliyaat-e-Iqbal (Urdu), Bang-e-Dra, p. 198
22. Muhammad Iqbal, Iqbal Ke Khatoot Abdul Rehman Bijnori Ke Naam, Martaba: Syed Nazeer Niazi, Iqbal Academy, Pakistan, 1971, p. 21